31- یہ مجھ سے کس طرح کی ضد دل برباد کرتا ہے

شعر نمبر 1۔

یہ مجھ سے کس طرح کی ضد دلِ برباد کرتا ہے
میں جس کو بھولنا چاہوں اُسی کو یاد کرتا ہے

تشریح: شاعر اس شعر میں انسانی فطرت کی خوبصورت عکاسی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ جس طرح انسان کو جس کام سے منع کیا جائے اُس کی طرف زیادہ متوجہ ہوتا ہے اسی طرح میرا دل بھی عجیب و غریب طبیعت کا مالک ہے۔ حالانکہ زمانے کے حالات و مصائب اور محبوب کی بے رُخی کے باعث برباد ہو چکا ہے لیکن اس یاد کو بھلانے کو تیار نہیں جس نے اسے برباد کیا ہے۔ حالانکہ میں اُسے بھولنا چاہتا ہوں تا کہ اس کی یاد مجھے پریشان نہ کرے۔ لیکن جتنا میں اُس کو بھولنا چاہتا ہوں میرا دل اتنا ہی اُسے یاد کرتا ہے بقول شاعر:

جنہیں ہم بھولنا چاہیں وہ اکثر یاد آتے ہیں
الٰہی ترکِ الفت پر وہ کیونکر یاد آتے ہیں

اسی طرح میرا دل بھی میرے محبوب کو بھلانے کو تیار نہیں۔

بقول مومن

ٹھانی تھی دل میں اب نہ ملیں گے کسی سے ہم
پر کیا کریں کہ ہو گئے ناچار جی سے ہم

شعر نمبر 2۔

قفس میں جس کے بازو شل ہوئے رزقِ اسیری سے
وہی صیدِ زبوں صیاد کو صیاد کرتا ہے

تشریح: اس شعر میں شاعر نے ایک انوکھا خیال پیش کیا ہے اور کہا ہے کہ اب حالات بدل گئے ہیں۔ وہ قیدی پرندہ جو قید میں رہ کر اور قیدی کی حیثیت سے ملنے والی خوراک کھا کر اپنی طاقت پرواز کھو بیٹھا ہے اب شکاری کا شکار کرنے لگا ہے۔ کیونکہ اب وہ اڑنے اور اپنا رزق تلاش کرنے کی صلاحیت کھو چکا ہے۔ اب اس کی خوراک کا انتظام شکاری کو کرنا پڑتا ہے۔ جس نے اسے قید کر کے پنجرے میں ڈالا تھا۔ یوں اب شکاری اس شکار کا محکوم ہو کر رہ گیا ہے۔ بجائے اس کے کہ وہ اس شکار سے استفادہ کرے وہ شکار کی خدمت کرنے پر مامور ہو کر رہ گیا ہے۔

یاد رہے کہ پہلی اور دوسری جنگِ عظیم کے بعد اکثر ممالک نے اپنی نو آبادیوں اور زیرِ تسلط علاقوں کو اسلئے آزاد کر دیا تھا کہ وہ نئے حالات میں ان کی ضرورتوں پر کثیر رقم خرچ نہیں کر سکتے تھے۔ اب وہ ان ممالک کو جسمانی نہیں اقتصادی غلامی میں جکڑے ہوئے ہیں۔

اس لئے شاعر نے اس نکتے کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ نوجوان شاعر اشفاق اعوان شاداب نے اس بات کو یوں بیان کیا ہے۔

معراجِ عشق میں قربان ہوتا ہے دل کا قرار شاداب
اسیرِ عشق ہو کہ ہم عشق کے معروب ہوئے تھے

شعر نمبر 3۔

طریقے ظلم کے صیاد نے سارے بدل ڈالے
جو طائر اُڑ نہیں سکتا اُسے آزاد کرتا ہے

ہے۔اب وہ ایسے تمام پرندوں کو جو مسلسل غلامی کے باعث یا پَر کترے جانے کے باعث یا کسی اور کمزوری کے باعث اڑنے سے محروم ہو گئے ہیں انہیں قید سے آزاد کررہا ہے تاکہ وہ اپنی خوراک کا خود انتظام کریں اور شکاری کو ان کی خوراک کا بوجھ برداشت نہ کرنا پڑے۔حالانکہ پرندوں کی خوراک کا دارومدار اس بات پر ہوتا ہے کہ اڑکر ادھر اُدھر پھرتے ہیں اور جہاں سے انہیں دانہ دنکا ملتا ہے اسے چگ کر اپنا پیٹ بھرتے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں شاعر نے انگریزوں کی اس مکاری کا ذکر کیا ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کو مسلسل غلامی کا شکار بنا کر انہیں علم وحکمت اور عمل کی قوت سے محروم کر کے اب آزادی کا پیغام دیا جارہا ہے اس طرح وہ بظاہر تو آزاد ہو نگے لیکن عملی طور پر اور ذہنی طور پر ان کے غلام یا دستِ نگر رہیں گے۔یہی وجہ ہے کہ ہم آزادی کے اتنے سال گزارنے کے باوجود بھی عملی طور پر ان کی امداد کے ابھی تک محتاج ہیں خواہ فوجی ہو یا اقتصادی۔

شعر نمبر4۔

افق سے دیکھ کر رعنائیاں ہم خاک زادوں کی
زمین بوسی کی کوشش چرخِ بے بنیاد کرتا ہے

تشریح: اس شعر میں شاعر نے صنعت حسن تعلیل سے کام لیتے ہوئے افق پر زمین اور آسمان کے ملنے کے منظر کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔اور کہا کہ انسان نے زمین پر آکر جو کام کئے ہیں زمین کو جس طرح خوبصورتی سے سنوارا ہے اور اس میں جو گل کاریاں کی ہیں۔انسان نے ترقی کر کے اپنی زندگی کو جس طرح خوبصورت بنالیا ہے۔اس سے زمین آسمان کیلئے قابلِ رشک ہوگئی ہے۔اور خوبصورت بن گئی ہے۔اس لیے آسمان زمین کو بوسہ دینے کیلئے جھک کرنا کام کوشش کرتا ہے۔جس طرح عاشق اپنے محبوب کی خوبصورتی کو دیکھ کر اسے چومنا چاہتا ہے مگر محبوب اس کے ہاتھ نہیں آتا اور وہ ناکام ہو جاتا ہے۔

بقول شاداب

ہے مے سے لبریز آنکھیں چہرے پر حیا چھائی
چومیں نہ کیوں نظریں وہ ایسا ہی دلنشیں ہے

یہی وجہ ہے کہ آسمان بھی جھکنے کی کوشش کرتا ہے مگر اس میں کامیاب نہیں رہتا کیونکہ ایسا کرنا اس کے اختیار میں نہیں۔

شعر نمبر5۔

تھپیڑے وقت کے کتنے سبق آموز ہوتے ہیں
زمانہ بھی کارِ سیلیٔ استاد کرتا ہے

تشریح: شاعر نے اس شعر میں اس حقیقت کو بڑی خوبصورتی سے بیان کیا ہے کہ دُنیا ایک کتاب ہے اور زمانہ ایک استاد ہے۔اسلئے کہتا ہے جس طرح ایک استاد بچوں کو ان کی غلطیوں پر ڈانتا ہے اور اس کی کوتاہیوں پر بعض اوقات شاگردوں کو تھپٹر بھی رسید کر دیتا ہے،جس سے شاگرد اپنی غلطی کا احساس کرتے ہوئے اپنی اصلاح کر لیتا ہے اور زمانے میں کامیاب زندگی گزارتا ہے۔اس طرح زمانہ بھی انسان کو حالات کے تھپٹر مار کر سیدھا کرتا رہتا ہے اور جو حوصلہ نہیں ہارتا اور زمانے کے مصائب کو جھیل کر اپنی زندگی کو گزار لیتا ہے وہی آخر کار کامیاب وکامران ٹھہرتا ہے۔اسلئے زمانے کے مصائب انسان کیلئے نقصان دہ نہیں بلکہ مفید ہوتے ہیں۔

بقول اقبالؔ

وہی ہے صاحبِ امروز جس نے اپنی ہمت سے
زمانے کے سمندر سے نکالا گوہرِ فردا

شعر نمبر 6۔

ستم اہلِ جہاں کا حوصلہ دیتا ہے جینے کا
وہ بارِ غم اٹھانے میں مری امداد کرتا ہے

تشریح: جناب تابش دہلوی اس شعر میں اہل جہاں کے ظلم و ستم کا بُرا منانے کی بجائے اس کا روشن پہلو مدِ نظر رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہلِ جہاں کا ستم مجھے پریشان نہیں کرتا کیونکہ میں نے اس سے نبھاہ کرنا سیکھ لیا ہے۔ اب یہ میرے حوصلوں کو پست نہیں کرتا۔ یہ میرے ارادوں کو کمزور نہیں کرتا بلکہ زندگی کے دوسرے غم برداشت کرنے میں میرا مددگار اور معاون ثابت ہوتا ہے۔ بقول غالب

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں

اس طرح زمانہ مجھ پر جتنے ستم کرتا ہے میرا حوصلہ اتنا ہی بڑھتا ہے۔ میری قوتِ برداشت اتنی ہی قوی ہوتی ہے۔ اس لئے میں خود میں دوسرے غموں کو برداشت کرنے کا حوصلہ پہلے سے زیادہ پاتا ہوں۔ جس طرح بعض ادویات زہریلی ہونے کے باوجود زہر کا تریاق ثابت ہوتی ہیں اور بعض اوقات پاؤں میں چبھنے والے کانٹوں کو نوک سوزن سے نکالنا پڑتا ہے۔ اسی طرح زمانے کے ستم مجھے مایوس اور نا اُمید کرنے کی بجائے میرا حوصلہ بڑھاتے ہیں۔

بقول اقبالؔ

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اُڑانے کیلئے

شعر نمبر 7۔

کیا تھا خُلد میں ابلیس نے گمراہ آدم کو
اب آدم زاد کو گمراہ، آدم زاد کرتا ہے

تشریح: شاعر تابش دہلوی نے اس شعر میں ایک اچھوتا خیال پیش کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حقیقت میں حضرت انسان کے جدِ امجد حضرت آدم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ محترمہ مائی حواہ علیہا السلام کو شیطان نے گمراہ کر کے اللہ تعالیٰ کی حکم عدولی پر اُکسایا تھا اور انہیں امر ہونے کا چکمہ دے کر اس درخت کا پھل کھانے پر آمادہ کر لیا تھا، جس کے قریب جانے سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو منع فرمایا تھا۔ اس عمل کے نتیجے میں انسان کو جنت سے زمین پر بھیج دیا گیا۔ شاعر کہتا ہے کہ اب زمین پر شیطان کو یہ کام کرنے کی ضرورت نہیں رہی، کیونکہ اب یہ کام آدمی نے خود سنبھال لیا ہے۔ اب آدم زاد کو گمراہ کرنے کا کام خود آدم زاد ہی کرتا ہے۔ کہیں کسی روپ میں، کہیں کسی اور روپ میں۔ کیونکہ شیطان نے آدم کی اولاد کو ورغلانے کا جو عزم ظاہر کیا تھا وہ اس کام کو خود کرنے کی بجائے اپنے آدم زاد چیلوں کے ذریعے کرواتا ہے۔ اور اب بقول حبیب جالبؔ:

عام ہوئی ہے غنڈہ گردی
چپ ہیں سپاہی باوردی
آج بھی ہم پر طاری ہے
کالی صدیوں کی روداد

تلمیح سے کرتے ہیں کہ جس طرح فرہاد نے اپنے تیشے سے پہاڑوں سے دودھ کی نہر کھود کر شیریں کے محل تک دودھ پہنچایا۔ مگر جب خسرو پرویز نے مکاری سے کام لیتے ہوئے اسے شیریں کی موت کا جھوٹا پیغام دیا تو اس نے غم کے عالم میں وہی تیشہ جس سے اس نے دودھ کی نہر کھودی تھی اپنے سر پر مار کر اپنا سر پھاڑ لیا۔ جس سے اسکے سر سے خون بہہ نکلا اور جاں بحق ہوگیا۔ اسی حوالے سے شاعر کہتا ہے کہ اسی تیشے نے دودھ کی نہر کھودی اور فرہاد کے سر سے خون کی نہر بھی جاری کی۔ یعنی اچھے کام بھی انسان کرتا ہے اور بُرے کام بھی انسان کرتا ہے۔ جس طرح نشتر زخموں کا علاج بھی کرتا ہے اور زخم بھی دیتا ہے۔ فرق طریق استعمال میں ہے۔

بقول شاعر کانٹوں کو نکالنے کیلئے بھی تیز دھار سوئی کی ضرورت ہوتی ہے۔

چبھے جو پاؤں میں کانٹے
نوک سوزن سے نکالے ہیں

شعر نمبر 9۔

دلِ ویراں میں تابش کیوں تمنائیں بساتے ہو
بڑے ناداں ہو صحرا بھی کوئی آباد کرتا ہے

تشریح: شاعر تابش دہلوی اس غزل کے مقطع میں کہتے ہیں کہ جس طرح صحرا میں فصل بونے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ کیوں کہ پانی کے بغیر کوئی پودا پروان نہیں چڑھتا۔ کوئی حیات باقی نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح ویران دل میں تمنائیں بسانے کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیونکہ جب دل مردہ یا ویران ہو جائے تو اس میں تمنائیں پروان نہیں چڑھتیں یا جس دل میں تمنائیں جنم نہ لیں وہ زندہ دل نہیں کہلاتا بلکہ مردہ دل تصور ہوتا ہے۔ بقول درد:

مجھے یہ ڈر ہے کہ دل زندہ تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

دوسرے الفاظ میں شاعر کہتا ہے کہ عشق میں مسلسل ناکامیوں نے میرے دل کو صحرا کی طرح ویران کر دیا ہے۔ اب اس میں تمنائیں جنم نہیں لیتیں اور میں اب میں تمنائیں پیدا کرنے کی جو بھی کوشش کرتا ہوں وہ ناکام ثابت ہوتی ہیں۔

حل شدہ مشقی سوالات

(ج)۔ اس غزل کے حوالے سے مندرجہ ذیل سوالوں کے جواب دیجئے۔

(1)۔ شاعر کا دل کس طرح ضد کرتا ہے؟

جواب: شاعر جس کو بھولنا چاہتا ہے دل اسی کو یاد کرنے کی ضد کرتا ہے۔

(2)۔ صیاد کو صیاد کون بناتا ہے؟

جواب: وہ صید زبوں جس کے بازو قفس میں رزقِ اسیری سے شل ہو چکے ہیں۔

(3)۔ صیاد نے ظلم کے جو طریقے اختیار کیے ہیں اس کی ایک مثال دیجئے۔

جواب: صیاد اس طائر کو آزاد کرتا ہے جو اُڑنے کی طاقت سے محروم ہو اور اس کے پر کترے ہوئے ہیں۔

(4)۔ چرخ بے بنیاد زمین بوسی کی کوشش کیوں کرتا ہے؟

جواب: وہ خاک زادوں کی رعنائیاں دیکھ کر انہیں پیار کرنا چاہتا ہے۔

(5)۔ سیلِ استاد کا کام کون کرتا ہے؟